درس ترمذی شریف

افادات : حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ضبط وترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

ابواب البر والصلة

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی

ربط ابواب :

ابواب اطعمہ اشربہ کے بعد امام ترمذیؒ وہ ابواب لانا چاہتے ہیں جن کا تعلق بر، نیکی، صلہ رحمی اور حسن خلق کے ساتھ ہیں

(۱) گویا طعام اور شراب پر جسمانی زندگی اور حیات کا مدار ہے اسکے بغیر زندگی نہیں گزر سکتی، اسی طرح ان کی روحانی معنوی زندگی اور انسانیت کے لئے مابہ الامتیاز صفات کے بغیر زندگی ممکن نہیں ان صفات کا ذکر اکل و شرب سے زیادہ اہم ہیں ان صفات کی وجہ سے انسان انسان ہے اور اشرف المخلوقات ہے۔ امام ترمذیؒ ان ابواب کو بیان کرتے ہیں۔

(۲) گویا اس ماقبل میں طعام و شراب یعنی ظاہری خوراک کا بیان تھا اور یہاں معنوی غذا اور روحانی معنوی واخلاقی طعام و شراب کا ذکر ہے۔

(۳) ماقبل ابواب کا تعلق خلق اور جسم کے ساتھ تھا اور ان ابواب کا تعلق خلق کے ساتھ ہے جس طرح جسمانی خلق و خلقت میں ان ابواب کو ملحوظ رکھنا ہوگا اسی طرح خلق اور اخلاق میں یہاں بیان کردہ ھدایات کو سامنے رکھنا ہوگا۔

بر وصلہ کا لغوی معنی :

بر اور صلہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں البتہ بر بکسر البا کا معنی احسان اور کسی کے ساتھ نیکی کرنا اور صلہ کا معنی بھی کسی کے ساتھ نیکی کرنا ہے اور احسان کرنا ہے بر کا تعلق بھی غیر کے ساتھ ہے اور صلہ کا تعلق بھی غیر کے ساتھ ہے۔ البتہ بر باء کے زبر کے ساتھ اور بار کا معنی ایک ہے بر کی جمع ابرار ہے اس لفظ کا استعمال اکثر

اولیاء اللہ اور زہاد کیلئے ہوتا ہے

البتہ یہاں خاص معنی مراد ہے بر الوالدین یعنی والدین کے ساتھ نیکی کرنا جیسا کہ ارشاد باری ہے: وبراً بوالدیه (الایة) جو نیکی والدین کے ساتھ کی جائے اس کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اسی کو احسان بالوالدین کہا جاتا ہے اس کے مقابل میں عقوق الوالدین ہے یعنی والدین کی نافرمانی کرنا تو گویا والدین کے ساتھ احسان کرنا بر ہے اور ان کی نافرمانی کرنا ان کے ساتھ بدسلوکی کرنا عق اور عقوق ہے۔ ان کے حقوق کا خیال رکھنا بر ہے اور ان کے حقوق کو ضائع کرنا عقوق ہے تو گویا بر خاص ہے والدین کے ساتھ اور صلہ عام ہے چاہے والدین ہوں یا رشتہ دار اور جملہ ذوالاحام کے ساتھ صلہ ہے۔

باب ماجاء فی بر الوالدین

والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنا

حدثنا بندار حدثنا یحیی بن سعید حدثنا بهز بن حکیم حدثنی ابی عن جدی قال : قلت یا رسول الله من ابر؟ قال امك قال قلت ثم من ؟ قال ا مك قال قلت ثم من؟ قال امك قال قلت ثم من ؟ قال ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب۔

وفی الباب عن ابی هریرةؓ عبدالله بن عمرو عائشةؓ و ابی الدرداؓ و بهز بن حکیمؒ هوا ابن معاویة بن حیدة القشیری۔

هذا حدیث حسن وقد تکلم شعبه فی بهزبن حکیم وهو ثقة عند اهل الحدیث وروی عنه معمر وسفیان الثوری و حماد بن سلمة وغیرو احد من الائمة

ترجمہ: ہمیں بندار نے روایت کی انہوں نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے بھز بن حکیم سے آپ نے اپنے باپ حکیم سے اور انہوں نے اپنے باپ (معاویہ بن حیدۃ) سے آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ پھر میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ پھر میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ؟ تو آپؐ نے پھر کہا کہ اپنی ماں کے ساتھ پھر میں نے کہا کہ کس کے ساتھ؟ تو آپؐ نے فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر اقرب فالاقرب کے ساتھ۔

اس باب کے میں حضرت ابو ھریرہ، عبداللہ بن عمرو، عائشہ، ابو الدردا، رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے

روایات مروی ہیں۔

سندی بحث　　بھز بن حکیم ابن معاویۃ بن حیدہ القشیری ہے۔ شعبہ نے بھز بن حکیم میں کلام کیا ہے حالانکہ وہ محدثین کے ہاں ثقہ ہیں ان سے معمر، سفیان الثوری، حماد بن سلمہ اور بہت سارے ائمہ نے روایت کی ہے۔　　وقد تکلم شعبه فی بهز ابن حکیم وهوثقه عنداهل الحدیث۔

بھز بن حکیم کے بارے میں شعبہ نے کلام کیا ہے ابو حاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لا یحتج به اور امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ محدثین کا ان کے بارے میں اختلاف ہے مگر امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بھز بن حکیم ثقہ بصری ہے اسلئے کہ ان سے معمر، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور بہت سارے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے

اسی طرح ابن مدینی، یحییٰ بن سعید القطان، اور امام نسائی نے اس کی توثیق ہے ابن عدی فرماتے ہیں میں نے اس کی کوئی روایت منکر نہیں دیکھی اور میں نے ثقات میں سے کسی کو اس سے روایت کرنے میں اختلاف پر نہیں دیکھا۔ اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ میرے نزدیک بھز ثقہ ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ماں کے ساتھ حسن وسلوک زیادہ کرنا چاہیے اور باپ کی تعظیم زیادہ کرنا چاہیے یعنی باپ کے ساتھ تعظیم کے جملہ آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے مثلاً اگر باپ کے ساتھ مجلس میں بیٹا ہو تو اس کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے، چارپائی میں اس کے سرہانے نہ بیٹھے، اور ماں کے ساتھ حسن وسلوک کا مطلب یہ ہے خدمت میں ماں کو مقدم رکھا جائے۔

والدین کی اہمیت　　امام ترمذیؒ اھم فالاھم ذکر نا کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں بر الوالدین اور ان کے ساتھ احسان کرنا کو اپنے حقوق کے ساتھ متصل ذکر کیا ہے اور دیگر انسانوں اور عباد کے حقوق پر ان کے حقوق کو ترجیح دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے عقوق کو اشراک باللہ کے بعد ذکر ان کی قباحت کو واضح کرنے کیلئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا شکریہ ادا کرنے کے بعد والدین کی شکر گزاری کا حکم دیا ہے۔

ان اشکرلی وللوالدین (الایة) کہ میرا شکریہ ادا کرو اور پھر والدین کا شکر گزار ہو۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :

وقضی ربك الا تعبدو الا ایاه وبالوالدین احساناً اما یبلغن عندك الکبر احدهما اوکلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً کریما و احفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیانی ضغیراً (الایة)

"تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے

ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔" (سورۃ الاسرآ : ۷ ایا ۲۳)

لہذا قرآن کریم نے عبادالرحمان میں سے کسی اور چیز کو اتنی اہمیت نہیں دی ہے جتنی اہمیت والدین کو دی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد والدین اولاد کے سب سے بڑے محسن ہیں۔

محسن کائنات :

کائنات کا سب سے بڑا محسن اللہ جل شانہ ہے کہ انہوں نے کائنات کو پیدا فرمایا تو سب سے اول ان کا شکر گزار ہونا چاہیے اور پھر والدین کا کیونکہ انہوں نے آپکی پرورش کی وہ آپکے تخلیق کا ذریعہ بنے ہیں' تو مخلوق کے اندر گویا وہ آپ کے خالق مجازی ہیں' مخلوقات میں سے جتنے محسن والدین ہیں اتنا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

محسن روحانی :

نبی کریم ﷺ تمام کائنات کے محسن معنوی اور محسن روحانی ہیں' مخلوق میں سب سے زیادہ محسن اعظم ہے اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔

دنیا کے یہ تمام محسنین در حقیقت انکی تباہی و ھلاکت کا سبب بن جاتے ہیں جب تک نبی کریم ﷺ کا احسان ھدایت ایمانی شامل نہ ہو جائے استاد بھی محسن ہیں کہ تمہیں سائنس و ٹیکنالوجی' فلسفہ کی تعلیمات دے مگر اس میں اگر دین نہ آیا تو تمہیں یہ تعلیم جہنم پہنچادے گا اسی طرح والدین نے تمہاری جسمانی پرورش کی خوب کھلایا پلایا جس سے تمہارا جسم پھولا' پھلا لیکن دینی تعلیم سے محروم رکھا ایمان کی دولت نہ دی تو تمہیں خوب موٹا تازہ بنا کر جہنم کے ایندھن بنادیں گے۔ اسی طرح کسی والدین نے دولت چھوڑی 'تمہیں بہت مال و دولت دی جس کی وجہ سے تم نے عیاشیاں شروع کیں اس مال سے صدقات و خیرات نہ دے تو وہ احسان مال بھی تمہاری ھلاکت کا ذریعہ ہے۔ لیکن جب اس میں ایمان کی دولت شامل ہوئی تو ان نعمتوں کی تکمیل ہوئی وكنتم على شفاحفرة على النار فانقذكم منها (الاية) تو ایمان نے ان سب اشیا میں روح پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولاً انفسهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانو امن قبل لفى ضلل مبين (الاية)

"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش سکھاتا ہے اگر چہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے وہ تمام اشیاء سب ھلاک ہو جاتے ہیں لیکن جب ایمان آجائے تو سبب نجات بن جاتے ہیں۔

قلت یا رسول الله من ابر:

بھز بن حکیم دادا سے روایت کرتے ہیں اے اللہ کے رسول میں سب سے زیادہ احسان کس کے ساتھ کروں۔ قال امك آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ثم قال قلت ثم من ؟ پھر کس کے ساتھ احسان کروں قال امك کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ قال قلت ثم من قال امك۔ کہ اپنی ماں کے ساتھ' سائل نے تین بار سوال دھرایا اور آپ ﷺ نے ماں کے ساتھ احسان کرنے کی نشان دہی کی۔ چوتھی بار جب آپؓ نے عرض کیا ثم من ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اباك کہ اپنے باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرو ثم القرب فالاقرب۔

ماں اور باپ کے حقوق میں اہمیت کس کی ہے :

اس روایت سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کہ ماں کے حقوق کہ باپ سے زیادہ تین گنا اہم ہیں اس لئے کہ والدہ نے پرورش میں بہت زیادہ تکالیف اٹھائی ہے کافی صعوبتیں برداشت کی ہے مثلاً (۱) صعوبت حمل (۲) صعوبت وضع حمل' (۳) صعوبت رضاعت وغیرہ' دو ڈھائی سال والدہ بچے کے ساتھ شب گیری کرتی ہے اس کے بول و براز کو صاف کرتی ہے اس کو دن رات دودھ پلاتی ہے تو والدہ چونکہ ان تکالیف میں متفرد ہے باپ اس میں شریک نہیں ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے تین بار اس کے حقوق اور اہمیت کا ذکر کیا۔ شراح حدیث نے لکھا ہے تثلیث کا ذکر ان امور کے مقابل ہے جو ماں کے ساتھ خاص ہے یعنی حمل کی مشقت وضع حمل کی مشقت اور رضاعت کی محنت۔ لیکن راجح بات یہ ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں اولاد کیلئے مساوی حیثیت رکھتے ہیں دونوں کی قدر و قیمت ایک ہے۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ والدین کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا نہیں چاہتے۔ مگر یہاں آپ ﷺ کا تینوں بار امک کہنا سوال کرنے کے حالات کی وجہ سے تھا۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار کو مرض کے مطابق نسخہ دیا کرتے تھے تو شاید کہ سائل اپنی ماں کے حقوق میں بے پرواہی کرتا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے تین بار امك امك فرمایا ہے اکثر لوگ والدہ (ماں) کو بے سروسامان بے پرسان چھوڑ دیتے ہیں اس کا پوچھتے تک نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسی وجہ سے ماں کے ساتھ احسان کرنے پر زور زیادہ دیا ہے اور اہتمام کے ساتھ تین بار امك ' امك فرمایا

موجودہ معاشرہ اور ماں کے ساتھ بے اعتنائی :

اس معاشرے میں بھی جب لڑکا شادی کر لیتا ہے تو پھر والدہ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے لگتا ہے اور والد کے ساتھ جڑا رہتا ہے اس لئے کہ یہ باپ کا محتاج ہوتا ہے اس سے ڈرتا ہے باپ کے میراث اور اس کی دولت پر نظر ہوتی ہے اور یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ اگر باپ کے ساتھ زیادتی کی تو گھر سے نکال دے گا۔ اگر گستاخی کی تو پیسے

نہیں بھیجے گا تو ان ضروریات کے تحت باپ کی ناراضگی سے بچتا رہتا ہے خود غرض کے درجہ سے نافرنی نہیں کرتا۔ ماں چونکہ ضعیف البنیان ہوتی ہیں اور صاحب کی بیگم صاحبہ گھر آئی ہوئی ہے تو اب ماں کی کیا اہمیت باقی ہے دوسری طرف بیوی کا مطالبہ ہوتا ہے کہ اس کو (ماں کو) گھر سے نکالو آج کل تقریباً ہر گھر میں ساس اور بہو کا تنازع ہے ان کی آپس میں جنگ وجدل کا بازار گرم ہے بیٹا اکثر بیوی کا غلام ہوتا ہے' تو وہ بیوی کے کہنے پر ماں پر ظلم وزیادتی کرتا ہے اس کے حقوق کو صحیح ادا نہیں کرتا' تو رسول اللہ ﷺ کو اندازہ تھا کہ یہ صحابی ماں کے حقوق کی ادائیگی میں سرد مہری سے کام لیتا ہے تو اس کی مرض اور بیماری کا یہی نسخہ ہے

والد کی مشقتیں :

ماں باپ کے مابین فرق نہیں کرنا چاہیے اگر والدہ بچے کی پیدائش' حمل اور اس کی رضاعت کے شدائد میں متفرد ہے تو باپ دوسری مشقتوں اور محنتوں میں متفرد ہوتا ہے بچوں کی ماں سے شادی کرنے کیلئے کئی سالوں تک محنت مزدوری اور مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ گھر بار سے کئی سالوں تک باہر سعودیہ' دوبئی اور یورپ ممالک میں سفر کی مصیبتیں برداشت کرتا ہے بعض علاقوں میں تو عورتیں فروخت کی جاتی ہیں تو یہ مرد ہزاروں لاکھوں کی فراہمی کے لئے سالوں سال محنت کرتا رہا کہ شادی ہوگئی تو دو دن بعد بیوی نے گھر کے نان ونفقہ کا مطالبہ شروع کیا تو بیچارے نے سرور شہر یعنی ایک ماہ کی لذت بھی صحیح طریقے سے نہیں پاسکا۔

ایک اعرابی کی زبانی نکاح کی تعریف :

حضرت علیؓ نے کسی اعراب سے پوچھا کہ ما ذالنکاح؟ نکاح (شادی) کیا چیز ہے؟ تو اس نے جواب دیا سرور شہر ایک ماں کی خوشیاں ہیں۔ ہنی مون مناتا ہے پیار ومحبت ہوتی ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا ثم ماذا؟ تو انہوں نے عرض کیا لزوم مهر کہ مہینہ بعد عورت کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور مطالبے شروع ہو جاتے ہیں کہ مہر ادا کرو' تو آپؓ نے فرمایا ثم ماذا؟ تو اعرابی نے عرض کیا هموم دهر کہ پھر ساری زندگی کا غم ہے موت تک محنت ومزدوری سے جان نہیں چھوٹے گی' اس لئے کہ شادی کے بعد جب بچے پیدا ہو جائیں تو ان کی تعلیم وتربیت ان کے کھانے پینے ان کی شادی وغیرہ کی ساری ذمہ داریاں باپ پر لازم ہیں تو باپ ان سارے مشقتوں میں متفرد ہے' والدہ تو صرف دو ڈھائی سال کی تکلیف برداشت کرتی ہے تو باپ کیلئے یہ عمر قید کے برابر ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا ثم ماذا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ کسو ر ظهر کہ مشقتوں اور بوجھ اٹھا کر پیٹھ اور کمر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا ثم ماذا؟ پھر کیا ہوگا تو اس نے عرض کیا کہ دخول قبر: کہ اخر کار یہ زندگی تمہیں قبر میں داخل کردے گی تو باپ کتنی تکالیف اور مشکلات اٹھانے میں اکیلا ہے اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق نہیں کرنا چاہیے۔

لہذا اگر کوئی باپ کا خیال نہیں رکھتا تو استاد' پیرو مرشد' اور طبیب وغیرہ ہر محسن کہے گا کہ جن کا زیادہ حق ہے تو اوروں کا کب شکر گزار ہو سکے گا۔ والد اوسط ابواب الجنۃ کہا گیا ہے جنت کا مختصر اور آسان دروازہ ہے اور دونوں مصر عین ہیں یعنی ماں باپ جنت کے دو دروازوں کی دہلیز ہیں۔

اگر چہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ باپ کا حق اعظم اور بڑا ہے تو صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے پوچھا کہ من ابر تو آپ ﷺ نے فرمایا برامك تو یہاں بر محذوف ہے۔

حضرت اویس قرنی کو والدہ کی خدمت کا صلہ :

ماں کی خدمت سعادت ہے انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتا ہے' حضرت اویس قرنیؒ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے مگر آپؐ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا' ان کو آپ ﷺ کی زیارت کا بڑا شوق تھا لیکن ادھر ماں کی خدمت سفر سے مانع تھی اس لئے انہوں نے آپ ﷺ کو خط لکھا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں لیکن میری والدہ بیمار ہیں ان کو میری خدمت کی اشد ضرورت ہے میں کیا کروں ؟ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ میری زیارت کے لئے مت آؤ' اپنی والدہ کی خدمت کرو' چنانچہ آپؒ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان پر عمل سعادت سمجھا اور زیارت کا ارادہ ترک کیا کہ آپ ﷺ کا انتقال ہوا اور آپؒ حضور ﷺ کی زیارت نہ کر سکے۔

والدہ صاحبہ کی خدمت کا یہ صلہ ملا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ یمن کے علاقے قرن سے ایک صاحب آئے گا اسکی یہ یہ علامت ہو گی جب وہ مدینہ منورہ آئے تو اس سے اپنے لئے دعا کروانا' چنانچہ یمن سے جو قافلہ آتا حضرت عمرؓ اس کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر جاتے اور حضرت اویس قرنیؒ کے بارے میں دریافت کرتے' آخر کار آپؓ کو معلوم ہوا کہ اس قافلہ میں اویس قرنیؒ تشریف لا رہے ہیں لہذا ان کے استقبال کے لئے آپؓ مدینہ سے باہر گئے۔

اور ان کا استقبال کیا پھر حضرت اویس قرنی کا پتہ لگایا' آپؓ بہت خوش ہوئے جو حلیہ (صفات) آپ ﷺ نے آپ کو خواب میں بتائے تھے وہ ان میں موجود تھی' چنانچہ آپؓ ان سے اپنے لئے دعا کرنے کی درخواست کی کہ آپؒ میرے حق میں دعا فرمائیں' حضرتؒ نے فرمایا کہ میرے پاس دعا کروانے کے لئے کیوں تشریف لائے ؟ اس کی کیا وجہ ہے ؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ جب قرن سے اس حلیہ والے صاحب مدینہ آئے تو ان سے اپنے لئے دعا کروانا' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے گا یہ سن کر حضرت اویس قرنیؒ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ یہ تھا والدین کی خدمت کا صلہ کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے عظیم شخصیت نے اپنے لئے ان سے دعا کروائی۔

بابُ

حدثنا احمد بن محمد' حدثنا عبدالله بن المبارك عن المسعودی عن الولید بن الغیزار عن ابی عمرو الشیبانی عن ابن مسعود قال' سالت رسول الله ﷺ فقلت : یا رسول الله ای الاعمال افضل؟ قال الصلاة لمیقاتها' قلت ثم ماذا یا رسول الله ؟ قال برالوالدین قال قلت ثم ماذا یا رسول الله ؟ قال الجهاء فی سبیل الله ثم سکت عنی رسول الله ﷺ ولواستزدته لزادنی هذا حدیث حسن صحیح۔

وقدرواه الشیبانی وشعبة و غیر و احد عن الولید بن الغیزر وقد روی هذا الحدیث من غیروجه عن ابی عمروالشیبانی عن ابن مسعود وابو عمر الشیبانی اسمه سعدبن ایاس

ترجمہ : ہمیں احمد بن محمد نے روایت کی انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے روایت انہوں نے مسعودی سے انہوں نے ولید بن الغیزار سے انہوں نے ابو عمرو الشیبانی سے انہوں نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے ؟ آپؐ نے فرمایا نماز اپنے اوقات میں ادا کرنا' میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ پھر کونسا عمل ؟ آپؐ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول پھر کون سا عمل ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے خاموش ہوئے اگر میں مزید سوال کرتا تو آپؐ اور مزید فرماتے۔

سندی حدیث

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس روایت کو شیبانی' شعبہ اور بہت سارے علماً نے ولید بن الغیزار سے روایت کی' اس روایت کو ابو عمرو الشیبانی عن ابن مسعود سے دوسرے سند کے ساتھ روایت کی ہے ابو عمرو الشیبانی کا نام سعد بن ایاس ہے۔

تشریح : یہ باب بھی بر صلہ اور نیک اعمال سے متعلق ہے عبداللہ ابن مسعود رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ ای الاعمال افضل ؟ کہ یا رسول اللہ اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے :العمل ! ماصدر من الانسان کو کہا جاتا ہے اس کا تعلق چاہے قلب سے ہو یا زبان سے اور یا جوارح سے تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا الصلاة لمیقا تها کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی بہت اہمیت ہے تو یہ

افضل الاعمال اور احب الاعمال ہے پھر والدین سے بھلائی ہے پھر جہاد فی سبیل اللہ احب اور افضل الاعمال ہے۔

افضل الاعمال کے بارے میں روایات کا تعارض :

لیکن اس روایت کا دوسری روایات کے ساتھ تعارض ہے اس لئے کہ دوسرے روایات میں دوسرے اعمال کو افضل اور احب کہا گیا ہے جیسے حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ یارسول ای عمل خیر کہ کونسا عمل بہتر ہے تو آپؐ نے جواب دیا الایمان باللہ وجہاد فی سبیل اللہ کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا تو اس روایت میں ایمان کے بعد جہاد کو اہمیت دی گئی اور اس کو خیر العمل قرار دیا گیا اور ابو سعید الخدری کی روایت رجل یجاھد فی سبیل اللہ وہاں مجاہد کو افضیلت دی گئی ہے اور یہاں کی روایت میں نماز کو فضیلت واہمیت دی گئی ہے تو ان روایت میں کیسے تطبیق کریں گے ؟

الجواب پہلی تطبیق :

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سائل کیلئے ان کے احوال کے مناسبت سے جواب دیا کہ کون سی چیز اس کے لئے زیادہ ضروری ہے تو اس کی کیفیات وحالات کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ہے۔ مثلاً ایک آدمی شب وروز نماز میں مشغول ہے اور دوسری طرف جہاد کا اعلان کیا گیا اور وہ جہاد کا نام تک نہیں لیتا تو عند السوال تم اس کو کہو گے کہ جہاد اھم ہے اس لئے کہ وہ نماز میں تو ہر وقت مشغول رہتا ہے لیکن جہاد سے پہلو تہی کرتا ہے یا کوئی تبلیغی ہے کہ وہ ہر وقت تبلیغ دین میں مشغول ہے لیکن جہاد کا نام تک نہیں لیتا تو دعوت الی اللہ کتنا ہی اہم کام ہے مگر اس کے حال کے مطابق تم اسکو کہو گے کہ جہاد افضل ہے۔

ایک وہ طالب علم ہے کہ وہ شب وروز عبادات میں مشغول ہے نمازیں بھی پڑھتا ہے تبلیغ بھی کرتا ہے سیاست بھی کرتا ہے اور جہاد میں بھی شریک ہوتا ہے مگر اپنا اصلی کام تعلیم و تعلم اور مطالبہ نہیں کرتا تو اگر وہ تم سے سوال کرے کہ کون سا عمل افضل ہے ؟ تم اس کو کہو گے کہ کم بخت تمہارے لئے تعلیم و تعلم اور کتابوں کا مطالعہ افضل ہے۔

اسی طرح ایک آدمی نماز میں کوتاہی کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو اندازا تھا کہ نماز میں یہ شخص اہتمام نہیں کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز افضل ہے تا کہ اس کو نماز کی اہمیت معلوم ہو جائے جیسا کسی ڈاکٹر یا طبیب سے پوچھا جائے کہ طاقت کے لئے کونسا وٹامن زیادہ مفید ہے تو ڈاکٹر ہر ایک کے لئے ایک دوائی یا وٹامن کا نام نہیں لے گا بلکہ کسی کو وٹامن اے بتائے گا کسی کو بی 'کسی کو سی' اس لئے کہ پہلے ڈاکٹر اس شخص کی تشخیص کرے گا اور لیبارٹری سے رپورٹ لے گا تب طبیب دوائی تجویز کرے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ کو سائل کا سارا نقشہ سامنے تھا تو آپ نے مناسب حال کے تحت جواب دیا۔

دوسری تطبیق :

وقت اور حالات کی ضرورت کے مطابق جواب دیا ہوگا مثلاً ملک میں جہاد ہو رہا ہو کفار کی طرف سے نفیر عام ہو چکا ہے تو اس وقت مدرسہ ، تبلیغ چھوڑ دو اور جہاد میں شریک ہو جاؤ اس لئے کہ اس وقت کے تقاضوں کی وجہ سے جہاد افضل و اہم ہے۔ تو ایسے حالات میں جب کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے جواب دیا کہ جہاد افضل ہے۔ اور عام حالات میں جب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عبادات افضل ہے۔

تیسری تطبیق :

تیسری بات یہ کہ خیر الاشیاء کذا کا مطلب یہ نہیں کہ یہ تفصیل ہے کہ ساری اشیاء پر افضیلت آئی کہ یہ سب سے اعلیٰ کام ہے اور باقی اس سے اجر و ثواب میں کم ہے۔

قال الصلاة لمیقا تھا : تو ہو سکتا ہے کہ یہاں سائل نماز پڑھتا تھا مگر اوقات میں لاپرواہی کرتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ الصلاة لمیقا تھا کہ نماز کو اپنی وقت پر ادا کرنا'

ثم ماذا رسول الله قال بر الوالدین ثم ماذا یا رسول الله قال الجهاد فی سبیل الله رسول اللہ نے فرمایا کہ اولاً اللہ کے ساتھ اپنا تعلق درست کرو پھر بندوں کے ساتھ حسن لوگ کرو اور پھر جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لو ثم سکت عن رسو ل الله ﷺ ولوا شتزدته لذادنی 'اگر میں اور سوالات کرتا تو شاید رسول اللہ ﷺ اور جوابات دیتے اور میرے علم میں اضافہ ہوتا۔

بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ سے

تجارت میں حرام و حلال کے اصول

عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان خیال اس ممانعت کا اطلاق ہر اس چیز کے سودے سے ہو سکتی ہے جو نظروں کے سامنے نہیں اور سودا ہو جائے۔ اسی طرح سے آپؐ نے منع فرمایا بیع عریاں سے یعنی خریدار بیچنے والے کو کچھ رقم بطور سائی یا بیعانہ دے کر مالک سے کہہ دے کہ اگر سودا میرے تمہارے درمیان طے ہو گیا تو باقی رقم دوں گا۔ تم مال کسی کو نہیں دو گے۔ اور اگر معاملہ طے پایا یعنی رقم وقت کے اندر نہ دے سکا تو میرا اس رقم سے سروکار نہ ہوگا تم کسی کو دے سکتے ہو۔ (ابن ماجہ۔ مالک)